دادی کا شاندار باورچی خانہ

رسکن بونڈ

(Ruskin Bond)

رسکن بونڈ ہندستان میں برطانوی حکومت کے آخری دور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا انتقال 1944 میں ہو چکا تھا۔ رسکن بونڈ کا بچپن بڑی حد تک تنہائی کے ماحول میں گزرا۔ لیکن انھوں نے اس ملک کو ہمیشہ کے لیے اپنا وطن بنا لیا تھا۔ ان کی اسکول کی تعلیم شملہ میں پوری ہوئی۔ اپنی جوانی کی عمر میں کچھ عرصے کے لیے وہ اپنے بزرگوں کے وطن انگلستان میں بھی رہے، لیکن پھر ہندستان واپس آ گئے۔ اب رسکن بونڈ نے دہرہ دون کے قریب مشہور پہاڑی مقام مسوری کو اپنا گھر بنا لیا ہے اور وہیں رہتے ہیں۔

ہندستان کے انگریز ادیبوں میں رسکن بونڈ کے مداحوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان میں بچے بڑے سبھی شامل ہیں۔ بچوں کے ادب کی ترقی میں ان کا کردار بہت نمایاں رہا ہے۔

ان کی کتابوں میں 'The Room on the Roof', 'Delhi is not Far' اور Vagrants in the Valley بہت مشہور ہیں۔ رسکن بونڈ کی خودنوشت کا نام Scenes from a Writer's life ہے۔ ان کی کہانیوں پر کچھ فلمیں بھی بن چکی ہیں۔

دیکھا جائے تو دادی کا باورچی خانہ کچھ اتنا بڑا بھی نہیں تھا۔ کم از کم سونے کے کمرے یا ڈرائنگ روم کے برابر تو ہرگز نہیں تھا۔ پھر بھی اسے بڑا ہی کہا جائے گا کہ اس کے ساتھ ایک کوٹھری ملحق تھی۔ ویسے شاندار تو اسے کھانے کی ان چیزوں کی وجہ سے کہا جاتا تھا جو اس کے اندر سے پک کر آتی تھیں۔ جیسے کباب، انواع و اقسام کے سالن، چاکلیٹ کی قندی، مونگ پھلی کی ٹافیاں، جیلی، گلاب جامن، روغن جوش اور پیسڑی، ترکی طرز پر مسالہ بھرے مرغے، بھرے ہوئے انڈے اور بھیڑ کی بھرواں رانیں معہ بھرواں مرغ۔

دادی جیسا باورچی سارے شہر میں نہیں تھا۔

ہمارے شہر کا نام تھا دہرہ دون۔ یہ شہر اب بھی ہے لیکن ملک کی آزادی کے بعد پہلے سے بہت زیادہ پھیل گیا

ہے اور آج کل یہاں زیادہ چہل پہل رہتی ہے۔ دادی کا اس شہر میں اپنا گھر تھا۔ ایک بنگلہ نما گھر جو شہر کی سرحد پر بنا ہوا تھا۔ بنگلے کے احاطے میں بہت سے درخت تھے۔ پھل دار درخت جیسے آم، لیچی، کیلے، پپیتے، امرود اور لیموں کے درخت۔ ان کے علاوہ کٹھل کا ایک بہت بڑا درخت بھی تھا جس کا سایہ گھر کی دیواروں پر پڑتا تھا۔

''مبارک ہے وہ گھر جس کی دیوار پر ہو پرانے کسی پیڑ کا نرم سایہ''

دادی کے یہ الفاظ مجھے آج بھی یاد ہیں۔ واقعی یہ ایک خوش نصیب گھر تھا، نو سال کی عمر کے ایک ایسے بچے کے لیے جسے ہر وقت بھوک لگی رہتی تھی۔ اگر پوری دنیا میں کوئی ایسا باورچی نہیں تھا جو دادی جیسا کھانا پکا سکے تو یقیناً دنیا میں کوئی ایسا بچہ بھی نہیں تھا جو میرے جتنا کھا سکے۔ دادی واقعی فرشتوں جیسا کھانا پکا سکتی ہیں، اگرچہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ فرشتے کھانا پکا بھی سکتے ہیں یا نہیں۔

سردیوں کی چھٹیوں میں، میں جب بھی بورڈنگ ہاؤس سے آتا تو کم از کم ایک مہینہ دادی کے ساتھ ضرور

گذارتا۔ اس کے بعد باقی کی چھٹیاں گذارنے کے لیے میں اپنے ماں باپ کے پاس آسام چلا جاتا جہاں میرے والد چائے کے باغات میں مینیجر تھے۔ یوں تو چائے کے باغات بھی بڑے پرلطف ہوتے ہیں لیکن مشکل یہ تھی کہ میرے ماں باپ کو کھانا پکانا نہیں آتا تھا۔ ان کے یہاں ایک خانساماں تھا لیکن وہ روغن جوش کے علاوہ کچھ پکانا ہی نہیں جانتا تھا۔ اب ہر روز روغن جوش کھانے سے تو اچھا بھلا آدمی اُکتا جاتا ہے، میں تو صرف ایک بچہ تھا۔

اسی لیے دادی کے گھر آدھی چھٹیاں گذارنا مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ انھیں خود میرا ان کے یہاں آنا پسند تھا کہ وہ اکیلی رہتی تھیں۔ بالکل اکیلی تو نہیں تھیں کیونکہ ان کے یہاں ایک مالن رہتی تھی، نام تھا کانتا۔ وہ نوکروں کے کواٹروں میں رہتی تھی۔ اس کا ایک لڑکا تھا موہن جو تقریباً میری عمر کا تھا۔ اس کے علاوہ دادی کے ساتھ ایک بلّی رہتی تھی سوزی، جس کی بڑی بڑی نیلی آنکھیں تھیں۔ اور ایک کتّا تھا کریزی جو اپنے نام کی رعایت سے دن بھر گھر کے اردگرد پاگلوں کی طرح چکر لگاتا رہتا تھا۔

اور پھر انکل کین تو تھے ہی تھے۔ کین انکل دادی کے بھتیجے تھے۔ جب بھی ان کی ملازمت چھوٹ جاتی (اور ایسا اکثر ہو جاتا تھا) تو وہ دادی کے یہاں رہنے چلے آتے۔ کئی بار صرف اس لیے بھی چلے آتے تھے کہ دادی کے

ہاتھ کا کھانا کھانے کو جی چاہنے لگتا تھا۔ اگرچہ دادی اکیلی نہیں تھیں، پھر بھی وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ صرف اپنے لیے کھانا پکانے میں کیا مزہ۔ کھانا تو وہ ہوتا ہے جو کسی کے لیے پکایا جائے۔ یوں تو ان کی بلّی، کتّا اور کبھی کبھی کین انکل بھی ان کے کھانے کی تعریف کر دیتے تھے۔لیکن ایک اچھا باورچی ہمیشہ ایک بچے کو کھلا کر بہت خوش ہوتا ہے۔

دادی جب بھی کوئی نئی چیز پکا کر مجھے کھلاتی تھیں تو میری طرف دیکھتی رہتی تھیں کہ مجھے وہ چیز کیسی لگی۔ میری رائے کو وہ ایک کاپی میں لکھ لیتیں۔ جب وہی چیز وہ دوسروں کو کھلاتی تھیں تو میری رائے ان کے بہت کام آتی تھی۔

میں جب دو چار چمچ کھا لیتا تو وہ پوچھتیں ''اچھی لگی؟''

''ہاں دادی''

''میٹھا ٹھیک تھا؟''

''ہاں دادی''

''بہت زیادہ تو نہیں تھا؟''

''نا دادی''

''تھوڑی اور لوگے؟''

''ہاں دادی''

''تو پھر کھا جاؤ ساری۔''

''جو حکم۔''

بھنی ہوئی بطخ دادی کی پسندیدہ ڈش تھی۔

پہلی بار جب میں نے دادی کے یہاں بھنی ہوئی بطخ کھائی تو کین انکل بھی وہیں تھے۔ کین انکل ریلوے

© NCERT not to be republished

میں گارڈ تھے۔ اُن دنوں ان کی نئی نئی نوکری چھوٹی تھی اور وہ دوسری نوکری کے ملنے تک دادی کے یہاں رہنے کو آئے ہوئے تھے۔ عام طور پر وہ اس دن کھسک لیتے تھے جب دادی کہتی تھیں کہ میں تمھیں پادری داس کے ننھے بچوں کے اسکول میں ماسٹر لگوا دیتی ہوں۔ کین انکل کو ننھے بچوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ننھے بچوں کو دیکھ کر ہی انھیں گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ ویسے تو وہ مجھے دیکھ کر بھی گھبرا جاتے تھے لیکن میں تو بس ایک ہی تھا۔ اور پھر دادی جو موجود تھیں ان کے بچاؤ کے لیے۔ اور پادری داس کے یہاں تو سو سے اوپر ننھے بچے تھے۔

کین انکل کو بھوک خوب لگتی تھی وہ تقریباً میرے جتنا ہی کھاتے تھے۔ وہ کبھی بھی دادی کے کھانوں کی تعریف نہیں کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ میں کبھی کبھی ان سے ناراض ہو جاتا تھا اور انھیں پریشان کر کے خوش ہوتا تھا۔

کین انکل نے اپنے سامنے رکھی بھنی ہوئی بطخ کو اپنی عینک کو ناک کے آخری کونے تک لے جا کر دیکھا اور بولے:

''چچی نے، آج پھر بطخ پکا دی''

’’ پھر سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ اس سے پہلے بطخ میں نے تب پکائی تھی جب تم پچھلے مہینے یہاں آئے تھے۔‘‘

’’ یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ کم از کم تم سے تو میں توقع کرتا ہوں کہ کھانے میں کوئی نئی چیز پکے۔‘‘

اس اعتراض کے باوجود کین انکل نے پوری بطخ بمعہ اس کے اندر بھری ہوئی چیزوں کے اپنی پلیٹ میں ڈال لی اور میرے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ میں نے ان کی اس حرکت کا بدلہ اس طرح لیا کہ سیب کی چٹنی کی پوری بوتل اپنی پلیٹ میں الٹ لی۔ کین انکل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں بطخ کے اندر بھری ہوئی چیزوں کو بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔ مجھے بھی پتہ تھا کہ کین انکل سیب کی چٹنی کے کس قدر دیوانے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ایک دوسرے سے بدلہ لے لیا۔

’’ کیوں بھئی ماں باپ کے پاس کب جا رہے ہو؟‘‘ کین انکل نے مربہ کھاتے ہوئے پوچھا۔

’’ میں شاید اس بار نہ جاؤں۔ اور انکل آپ کو نئی ملازمت کب مل رہی ہے؟‘‘

’’ میں تو دو ایک مہینے آرام کرنے کی سوچ رہا ہوں۔‘‘

برتن صاف کرنے میں دادی اور نوکرانی کی مدد کرنے میں مجھے بہت لطف آتا تھا۔ جب ہم برتن صاف کر رہے ہوتے تو کین انکل یا تو برآمدے میں لیٹ کر آرام کرتے یا پھر ریڈیو سننے بیٹھ جاتے۔

ایک دن کین انکل کی پلیٹ کی ہڈیاں کتّے کی رکابی میں ڈالتے ہوئے دادی نے مجھ سے پوچھا۔ ’’تمھیں کین انکل کیسے لگتے ہیں؟‘‘

’’ وہ اگر کسی اور کے انکل ہوتے تو زیادہ اچھے لگتے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’ اتنا برا تو نہیں ہے۔ بس تھوڑا سا سنکی ہے۔‘‘

’’ سنکی کیا ہوتا ہے دادی؟‘‘

’’ تھوڑا سا کریزی۔‘‘

اپنا کریزی کم از کم گھر کے ارد گرد تو دوڑتا رہتا ہے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

© NCERT not to be republished

''کین انکل کو تو میں نے کبھی دوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

لیکن ایک دن میں نے انھیں دوڑتے ہوئے دیکھ لیا۔

میں اور موہن آم کے درخت کے سایے میں کھیل رہے تھے۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کین انکل دوڑ رہے ہیں اور ان کے پیچھے شہد کی مکھیاں دوڑ رہی تھیں۔ ہوا یوں کہ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس

درخت پر لگے شہد کے ایک چھتے کی مکھیوں کو ان کا وہاں بیٹھنا اچھا نہیں لگا اور انھوں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ کین انکل نے مکان کے اندر گھس کر ٹھنڈے پانی کے ٹب میں پناہ لی۔ انھیں بس دو ایک مکھیوں نے ہی کاٹا تھا۔ پھر بھی انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ تین دن تک بستر میں پڑے رہیں گے۔ نوکرانی انھیں وہیں کھانا دے آتی تھی۔

میں نے اس دن دادی سے کہا: ''دادی مجھے معلوم نہیں تھا کہ کین انکل اتنا تیز دوڑتے ہیں۔''

''قدرت اسی طرح ہمیں سبق سکھاتی ہے بیٹا۔''

''کیا مطلب؟''

''دیکھو نا اب کین انکل کو پتہ چل گیا کہ وہ واقعی دوڑ سکتے ہیں۔ ہے نا یہ کمال کی بات۔''

(رسکن بونڈ)

سوالات

1. دادی کا باورچی خانہ کیسا تھا؟
2. مصنّف اپنی چھٹیاں گذارنے کہاں چلا جاتا تھا؟
3. دادی کے کتّے اور بلّی کا کیا نام تھا؟
4. دادی کی پسندیدہ ڈش کونسی تھی؟
5. کین انکل کون تھے اور وہ کس چیز کے دیوانے تھے؟
6. قدرت نے کین انکل کو کس طرح سبق سکھایا؟

© NCERT not to be republished